اِمام اعظم اَبوحنیفہ رَحمہ اللہ اور علم کلام

(دوسری اور آخری قسط)

مولانا محمد سجاد الحجابی

امام اعظم رحمہ اللہ سے غلط منسوب عبارات کا جائزہ:

عصرِ حاضر میں اہل بدعت اپنے باطل عقیدے کی تائید کے لیے امام صاحب کی عبارات میں قطع و برید کرکے نقل کرتے ہیں تاکہ تجسیم ومکان کا باطل نظریہ امام صاحب کے سرتھوپ دیں، جو سراسر غلط اور ظلم ہے، اس کی ایک مثال یہ ہے:

امام صاحب رحمہ اللہ سے اَبومطیع بلخی نے پوچھا: اگر کوئی اس طرح کہے کہ مجھے پتہ نہیں کہ میرا رب آسمان میں ہے یا زمین میں؟ تو امام صاحب نے فرمایا: وہ آدمی کافر ہے، اس لیے کہ اللہ تعالی فرماتے ہیں الرحمٰن علی العرش استوی اَللہ تعالی عرش پر مستوی ہوئے ہیں۔ اور اللہ کا عرش سات آسمانوں کے اُوپر ہے۔ پھر میں نے کہا کہ اگر کسی کا یہ عقیدہ ہو کہ اَللہ تعالی اوپر ہے، لیکن اَللہ کے عرش کا مجھے پتہ نہیں کہ آسمان میں ہے یا زمین میں؟ تو امام صاحب نے کہا: یہ بھی کافر ہے، اس لیے کہ اس نے اَللہ تعالیٰ کے اوپر ہونے کا انکار کیا۔

امام صاحب کی طرف منسوب مذکورہ عبارت میں تحریف کی گئی ہے، جس کی وجہ سے اس عبارت کے مطلب کو سمجھا نہیں گیا ہے، عبارت مذکورہ کو اگر اصل مرجع میں دیکھ لیا جائے تو اشکال خود بخود زائل ہو جائے گا۔ امام صاحب سے ان کے متعدد جلیل القدر کبار شاگردوں نے الفقہ الاکبر روایت کی ہے، مذکورہ عبارت ابو مطیع بلخی کی الفقہ الأکبر (ص:٦٠٧) ضمن مجموعۃ العقیدہ وعلم الکلام میں درج ہے۔ فقہ اکبر بروایت ابو مطیع بلخی کو الفقہ الابسط سے بھی پہچانا جاتا ہے۔ چنانچہ اصلی عبارت یوں ہے: قال أبو حنیفة: من قال: لاأعرف ربي في السماء أو في الأرض فقد کفر، وکذا من قال: انه علی العرش، ولا أدری العرش أفي السماء أو في الأرض۔ "امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جس نے کہا: میں نہیں جانتا کہ اَللہ تعالی آسمان میں ہیں یا زمین پر، تو اس نے کفر کیا اور اسی طرح جس نے یہ کہا: اللہ تعالی عرش کے اوپر ہے (فوقیت حسی کے ساتھ) اور کہا کہ میں نہیں جانتا عرش آسمان میں

ہے یا زمین، تو اس نے کفر کیا۔" (۱۴)

اصل عبارت یہ ہے جس میں تحریف کی گئی ہے۔ چنانچہ ہم نے اصل ماخذ اور مرجع سے عبارت نقل کی تا کہ کوئی اشکال باقی نہ رہے۔ امام صاحب اس شخص کو کیوں کافر قرار دیتے ہیں جو یہ کہے کہ میں نہیں جانتا کہ اللہ آسمان میں ہیں یا زمین پر؟ اس جملے کا مطلب فقہا نے خود بیان فرمایا ہے، امام سمرقندی رحمہ اللہ (م:۳۷۳ھ) الفقہ الاکبر میں اس عبارت کو واضح کرتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا: جس نے کہا کہ میں نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ آسمان میں ہیں یا زمین پر، تو اس نے کفر کیا، اور اس کے کفر کی وجہ یہ ہے کہ عبارت مذکورہ میں قائل اللہ کے لیے مکان کا تاثر دے رہا ہے اور مکان ثابت کرنے سے وہ مشرک بن جاتا ہے (وجہ یہ ہے کہ جب عرش اُللہ کے لیے مکان اور مستقر ہوا، تو اُللہ تعالیٰ کا جسم ہونا لازم آئے گا، اور جسم پر فنا آئے گی جب کہ اللہ تعالیٰ کی ذات قدیم اور جسمیت، مکانیت اور زمانیت سے پاک ہے۔)

امام سمرقندی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی عبارت کی مزید وضاحت کرتے ہیں: امام ابوحنیفہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "الرحمٰن علی العرش استوی" پھر قائل نے کہا کہ میں اس آیت پر ایمان لاتا ہوں لیکن یہ نہیں جانتا کہ عرش آسمان میں ہے یا زمین میں؟ تو وہ قائل کافر ہو گیا اور کفر کی وجہ یہ ہے کہ وہ اللہ کے لیے مکان اور جسمیت کا قائل ہو گیا جو کفر ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ مکان اور جسم سے پاک ہیں۔ (۱۵)

واضح رہے کہ امام سمرقندی رحمہ اللہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے تین واسطوں سے شاگرد ہیں، لہٰذا ان کی تشریح پر مکمل اعتماد ہے، اس عبارت کی یہی تشریح دیگر ائمہ حضرات سے بھی منقول ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ امام صاحب اس آدمی کو کافر قرار دے رہے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے لیے جسمیت اور مکان کا قائل ہے، مثلاً: اس قسم کی تشریح سلطان العلماء امام عزالدین بن عبدالسلام رحمہ اللہ کی کتاب حل الرموز ومفاتیح الکنوز "(ص:۱۳۶ط: مکتبۃ الثقافۃ) میں بھی ہے۔

امام اعظم: کتب عقائد کے انتساب کا ثبوت:

ایک بڑا اعتراض جو قدیم زمانے سے چلا آ رہا ہے اور بعض لوگ اس کو بہت بڑھا چڑھا کر پیش کرتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے عقائد پر کوئی کتاب نہیں لکھی، چنانچہ علامہ شبلی نعمانی بھی "النعمان" میں یہ دعویٰ کر بیٹھے کہ الفقہ الاکبر اور عقائد کی دوسری کتابیں امام صاحب سے ثابت نہیں۔ قبل ازیں کہ ہم ان کتابوں کو امام صاحب سے تلقی بالقبول وسنداً ثابت کریں، کچھ اصولوں کا ذکر کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ کوئی کتاب (بحیثیت مجموعی) کسی فن کی مستند کتاب اور مصدر ہے یا نہیں؟...... اور جس مصنف کی طرف اس کی نسبت کی جاتی ہے وہ درست ہے یا نہیں؟ اس امر

کی تحقیق وثبوت کے بنیادی طور پر دو طریقے ہیں:

پہلا طریقہ: کسی کتاب کے صحیح النسبت ہونے کا بڑا ثبوت ماہرین کے ہاں اس کا مستند و معتبر ہونا ہے یعنی وہ اس کتاب کو مصنف ہی کی کتاب قرار دیتے ہوں اور متعلقہ فن کے مواد و معلومات کے لیے اس کتاب کی طرف رجوع کرتے ہوں۔ باالفاظ اصطلاح مصنف کی طرف اس کتاب کی نسبت تواتر یا کم از کم شہرت کی حد تک پہنچی ہو۔ انتساب کتاب کی تحقیق کے بعد نسخے کی صحت کو جانچنے کا معیار بھی یہی ہے کہ وہ نسخہ ماہرین کے درمیان دائر وسائر ہو اور وہ بحیثیتِ مجموعی اس کو مستند سمجھتے ہوں۔

دوسرا طریقہ: کتاب کو مصنف سے ثابت کرنے کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ ہمارے زمانے تک اس کتاب کی سند محفوظ ہو، مصنف سے اس کتاب کو ان کے شاگردوں نے براہ راست سن کر، یا پڑھ کر، یا اجازت لے کر حاصل کیا ہو، پھر یہ سلسلہ سارے زمانوں میں تسلسل کے ساتھ قائم ہو۔

لیکن ان دونوں طریقوں میں زیادہ مضبوط اور مستند طریقہ پہلا ہے، کیونکہ ائمہ علم الکلام، ائمہ فقہ واصول فقہ غرض ہر فریق کا متفقہ فیصلہ ہے کہ اول الذکر طریقہ سے کتاب کی نسبت اور استناد کو ثابت کرنے کے بعد پھر مصنف کتاب تک سندِ متصل کا مطالبہ اور اس کتاب کے کسی حدیث یا مسئلہ یا کسی مواد کے نقل کرنے کو وجودِ اسناد پر موقوف سمجھنا سراسر غلط ہے۔ اہل علم کے ہاں تو مذکورہ قاعدہ روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ یہ ہر علم وفن کا مسلمہ اور اجماعی قاعدہ ہے، قارئین کی ضیافت طبع کے لیے ایک دو حوالے پیش خدمت ہیں:

1۔ تدریب الراوی میں ہے: حکی الأستاذ أبو اسحاق الأسفرائینی الاجماع علی جواز النقل من الکتب المعتمدة، لایشترط اتصال السند الی مصنفیها، وذلك شامل لکتب الحدیث والفقة۔(16)"امام ابو اسحٰق اسفرائینی رحمہ اللہ نے روایت کی ہے کہ کتب معتمدہ سے نقل کے جواز پر (اہل علم کا) اجماع ہے کہ اس کے لیے مصنفین تک اتصالِ سند ضروری نہیں اور یہ حکم دوسرے علوم کے ساتھ ساتھ حدیث وفقہ کی کتابوں کو بھی شامل ہے۔"

2۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: الامر الرابع: کلام (ابن صلاح) یقتضی الحکم بصحة مانقل عن الائمة المتقدمین فیما حکموا بصحته فی کتبهم المعتمده المشهورة۔ لان الکتاب (المشهور) الغنی بشهرته عن اعتبار الاسناد منا الی مصفه: کسنن النسائی مثلاً لا یحتاج فی صحة نسبته الی النسائی الی اعتبار حال رجال الاسناد منا الی مصنفه (۱۷)"ابن صلاح کے کلام سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ائمہ متقدمین نے اپنی معتمد اور مشہور کتابوں میں سے جس کی روایت کی صحت کا حکم لگایا ہو وہ ہمارے

نزدیک بھی صحیح ہوگا، کیونکہ ایک مشہور کتاب اپنی شہرت کی بدولت مصنف تک اُسناد سے مستغنی ہوتی ہے، مثلاً سنن نسائی کی امام نسائی کی طرف نسبت صحیح ہونے کیلیے مصنف تک اسناد کے رجال کے احوال کا جائزہ لینے کی کوئی حاجت نہیں۔"

خلاصہ کلام یہ کہ جو شخص یہ کہتا ہے کہ کسی مشہور اور صحیح نسخے والی کتاب سے نقل کرنے کے لیے مصنف تک سند متصل ہونا ضروری ہے، اجماع اس کی مخالفت کرتا ہے۔ اس مسلّم اُصول کی روشنی میں یہ بات بالکل واضح ہوگئی کہ تفسیر، اَحادیث، کلام اور فقہ وفتاویٰ سمیت تمام کتب مشہورہ متداولہ جو اپنے اپنے فن میں ماہرین فن کے مابین دائر وسائر اور متلقی ہیں، ان سے مسائل عقیدہ ،حدیث یا فقہی مسئلہ نقل کرنے کے لیے ان مصنفین تک سند کی تحقیق کی نہ ضرورت ہے اور نہ اس کا مطالبہ درست ہے، کیونکہ ماہرین فن کے مابین ان کے متلقی بالقبول ہونا ہی ان کے مستند ہونے اور مصنفین تک ان کی نسبت صحیح ہونے کی سب سے بڑی ضمانت ہے۔ آخر جو چیز تواتر واجماع سے ثابت ہو اس کے لیے دوسری دلیل تلاش ہی کیوں کی جائے اور وہ بھی ایک ایسی سند سے جو اگر صحیح اور متصل ہو تو بھی زیادہ سے زیادہ خبر واحد کے قبیل سے ہوگی۔(۱۸)

امام اعظم کی کتابوں کو تلقی بالقبول حاصل ہونے کے ساتھ ساتھ ان سب کی اسناد بھی ثابت اور موجود ہیں، ان پانچوں کتابوں کی اسانید کو علامہ کوثری رحمہ اللہ نے مستقل طور پر" العالم والمتعلم " کے مقدمہ میں مفصلاً ذکر کیا ہے، وہاں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔(۱۹)

البتہ پہلا طریقہ جو مضبوط اور مستند ہے اس کے ثبوت پر چند نقول پیش خدمت ہیں، جن سے ان کتابوں کا امام صاحب رحمہ اللہ سے ثبوت اور ان کی طرف نسبت ثابت ہوجائے گی۔

امام ابوالیسر البزدوی رحمہ اللہ (متوفی ۴۹۳ھ) جو فخر الاسلام بزدوی رحمہ اللہ کے بھائی ہیں، تحریر فرماتے ہیں: وقد صنّف الامام فیها(العقائد) کتباً وقع بعضها الینا، وعامتها محاها وغسلها أهل البدع والزیغ ،ومما وقع بعضه الینا کتاب العالم والمتعلم وکتاب الفقه الأکبر ۔(۲۰)"امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے علم کلام میں کئی کتابیں لکھی ہیں، جن میں بعض ہم تک پہنچی ہیں اور اکثر کو اہل بدعت نے مٹادیا ہے، ان میں سے جو کتابیں ہم تک پہنچی ہیں کتاب العالم والمتعلم اور الفقه الأکبر ہیں۔

اسی طرح امام ابومظفر اسفرائینی اپنی کتاب "التبصرة فی الدین" میں لکھتے ہیں: ومن أراد أن یتحقق أن لااختلاف بین الفریقین فی هذه الحملة،فلینظر فیما صنفه أبو حنیفة رحمه الله تعالی فی الکلام ، وهو کتاب العالم ، وفیه الحجج القاهرة علی أهل الالحاد والبدعة،وقد تکلم فی شرح اعتقاد

المتكلمين،وقرر أحسن طريقة في الرد على المخالفين، وكتاب الفقه الأكبر الذي أخبرنا به الثقة بطريق معتمدواسناد صحيح عن نصير بن يحى، عن أبى مطيع، عن أبى حنيفة،وما جمعه أبو حنيفة في الوصية ۔(۲۱)"جواس بات کی تحقیق کرنا چاہتا ہو کہ حنفیہ اور شافعیہ کے درمیان عقائد میں کوئی اہم اختلاف نہیں ہے تو وہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی علم کلام میں کتاب العالم و المتعلم پڑھے، اہل بدعت اور الحاد کے خلاف اس کتاب میں مضبوط دلائل ہیں اور متکلمین کے عقیدہ کی پوری وضاحت اور مخالفین پر احسن طریقے سے رَد ہے، اسی طرح ان کی دوسری کتاب ''الفقه الأكبر'' جو ہمیں صحیح سند، معتمد طریقے اور ثقہ راوی "نصیر بن یحیٰ عن ابی مطیع عن ابی حنیفہ" کے طریق سے پہنچی ہے، اسی طرح امام اعظم کی کتاب ''الوصیہ'' بھی ہے۔

یہ امام ابوالمظفر رحمہ اللہ (۴۷۱ھ) کی عبارت ہے جو اپنے زمانے کے مشہور اہل سنت متکلمین میں سے ہیں، فقہ اکبر سے مراد یہاں الفقہ الابسط ہے۔ جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے کہ فقہ اکبر کا اطلاق بسا اوقات فقہ اَبسط پر بھی ہوتا ہے۔

علامہ کردری رحمہ اللہ "مناقب ابی حنیفہ" میں لکھتے ہیں: میں نے مولانا شمس الملۃ والدین کردری البراتقینی العمادی کے خط کو دیکھا ہے کہ دونوں کتابیں العالم والمتعلم اور الفقہ الاکبر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی ہیں اور اسی پر مشائخ کی ایک بڑی جماعت متفق ہے۔(۲۲)

قدیم مؤرخ محمد بن اسحاق الندیم "الفہرست" میں لکھتے ہیں: **وله من الكتب كتاب الفقه الأكبر، وكتاب رسالته الى عثمان البتى، وكتاب العالم والمتعلم، رواه عنه ابو مقاتل "كتاب الرد على القدرية"والعلم براً ،بحراً، شرقاً ، غرباً،بعداً، قرباً تدوينه رضى الله عنه(۲۳)**

اِمام صاحب کی یہ کتابیں تلقی بالقبول کے ساتھ ثابت ہیں، چنانچہ محقق بیاضی نے قرون اولیٰ سے لے کر اپنے زمانے تک کے تقریباً ۳۰ بڑے علما کا ذکر کیا ہے جنہوں نے ان کتابوں کی نسبت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی طرف کی ہے، ان علما میں امام فخر الاسلام بزدوی رحمہ اللہ، امام سغناقی رحمہ اللہ، امام اتقانی صاحب الشامل، امام جلال الدین الکولانی، امام کاکی، عبدالعزیز بخاری صاحب الکشف، بابرتی، نسفی، شیخ الاسلام الیاس صاحب الفتاوی، امام ابن ہمام صاحب فتح القدیر، اور اسی دیگر اساطین علم وائمہ شامل ہیں، جن کی تفصیل محقق بیاضی نے اشارات المرام میں کی ہے۔(۲۴)

بہرحال اس سے ثابت ہوا کہ یہ پانچ کتابیں امام صاحب ہی کی ہیں اور جو لوگ اختلاف کرتے ہیں وہ ایک اجماعی اور متواتر امر سے اختلاف کرتے ہیں، جس کی طرف چنداں التفات نہیں کیا جائے گا۔ دراصل یہ اعتراض معتزلہ نے اٹھایا تھا، جس کا ائمہ اہل سنت نے کافی وشافی جواب دیا ہے، اسکی تفصیل علامہ زبیدی رحمہ اللہ نے اپنی

کتاب اتحاف السادۃ المتقین شرح احیاء العلوم میں کی ہے، اس تفصیل سے ان لوگوں کے شکوک وشبہات بالکل زائل ہوجاتے ہیں جو امام صاحب کی طرف ان کتابوں کی نسبت کرنے میں توقف کرتے ہیں۔

مصادر ومراجع

(۱۴) حاشیۃ الفقہ الاکبر لابی مطیع :۴۹ الرحیم اکیڈمی کراچی (۱۵) شرح الفقه الاکبر، لابی اللیث ، الرحیم اکیڈمی کراچی (۱۶) تدریب الراوی للسیوطی :۱/۱۵۱ (۱۷) النکت علی کتاب ابن الصلاح :۱/۲۷۱، الاجوبۃالفاضلۃ ۶۴-۹۰، توجیہ النظر للجزائری:۲/۷۶۵-۷۷۲، (۱۸) ہم نے یہ تحقیق تغیر یسیر کے ساتھ علامہ عبدالمالک بنگلہ دیشی کے مقالے سے لی ہے جو ماہنامہ وفاق المدارس العربیہ کے شمارہ ربیع الثانی ۱۴۳۲ھ میں شائع ہوا۔(۱۹) جو الرحیم اکیڈمی سے چھپی ہے۔(۲۰) مقدمہ فقہ اکبر، از مفتی رشید احمد علوی :۵۵

(۲۱) التبصیر فی الدین وتمیز الفرقۃ الناجیہ عن الفرق الهالکین :۱۱۳ مطبعۃ الانور مصر۔

(۲۲) ص:۲۲، نیز دیکھئے: شرح الباقی: ۲۸

(۲۳) مقدمۃ کتاب التعلیم :۱۷۱ لشیخ الاسلام مسعود بن ابی شیبۃ السندی

(۲۴) اشارات المرام :۲۲

بقیہ: تبلیغی جماعت پر پابندی

کس قدر مقامِ افسوس ہے کہ یونیورسٹیوں، کالجوں اور سرکاری تعلیمی اداروں میں موسیقی کی محفلیں مخلوط اجتماعات، فلمی ایکٹروں اور ایکٹرسوں کے آنے جانے پر کوئی پابندی نہیں، انکی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے، بے حیائی، فحاشی وعریانی کو فن کا درجہ دے دیا گیا ہے مگر قرآن وحدیث اور اسلام کا پیغام پہنچانے اور نام لینے پر پابندی ہے، قوم کو ایک مسلمان حکومت سے اس اقدام کی ہرگز امید نہ تھی، موجودہ نازک حالات میں اس قسم کے اقدامات سے ملک دشمن قوتیں فائدہ اٹھاتی ہیں، اسلئے ہمارا مطالبہ ہے کہ پنجاب حکومت فی الفور اپنا یہ فیصلہ واپس لے اور اپنے اس اقدام پر پوری قوم سے معافی مانگے اور تبلیغی جماعت جس مبارک محنت میں مصروف عمل ہے اس کی تائید کی جائے، اس کے لیے سہولیات بہم پہنچائی جائیں اور تبلیغی جماعت کی مکمل پشت پناہی کی جائے۔